ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

تقریر

تقریر بابت اخلاقیات

وقت 5-7 منٹ

صحافت اور ذرائع اِبلاغ کی ضرورت اور اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں رسولِ خدا ؐ کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ: 68)

کہ اے رسول! جو تیری طرف اُتارا گیا ہے اُسے اچھی طرح لوگوں تک پہنچا دے اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو گویا تُو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

یہ بحر علم ہے اس کی تہوں تک کون جائے گا
زمانے نے ابھی دیکھے کنارے الفضل کے ہیں
ہر اک صفحے پہ الفت ہے، محبت ہے، عنایت ہے
ورق کتنے ہی نظروں سے گزارے الفضل کے ہیں

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ صحافت اور ذرائع اِبلاغ کی ضرورت اور اہمیت۔

صحافت جس کو انگریزی میں (Journalism) کہتے ہیں کسی بھی معاملے پر تحقیق کرکے اُسے صَوتی، بَصری یا تحریری صورت میں بڑے پیمانے پر قارئین، ناظرین یا سامعین تک پہنچانے کے عمل کا نام ہے۔ صحافت کرنے والے کو صحافی کہتے ہیں۔ جس کے معانی عوام کو باخبر رکھنے والے کے ہیں۔ شعبہ صحافت سے منسلک کاموں میں ادارت، تصویری صحافت، فیچر اور ڈاکومنٹری وغیرہ بنیادی کام ہیں۔جدید دور میں، صحافت پرنٹ میڈیا سے نکل کر الیکٹرونک میڈیا جیسے ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور ریڈیو کے ذریعے معلومات اور خبروں تک رسائی انتہائی آسان ہوگئی ہے اور دنیا گلوبل ویلج کے طور پر سامنے آئی ہے۔

صحافت دراصل عربی زبان کا لفظ ہے جو ’صحف‘ سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی معنی کتاب یا رسالے کے ہیں۔ قرآنِ کریم کو الٰہی صحیفہ کہا جاتا ہے۔ اردو اور فارسی میں صحافت کی اصطلاح رائج ہے جبکہ انگریزی میں اسے Journalism کہتے ہیں۔ جس کے معانی روزانہ حساب کا بہی کھاتا یا روزنامچہ کے ہیں۔ صحافی لفظ کے مقابل پر یہاں Journalist کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ جناب عبد السلام خورشید اپنی کتاب ’فنِ صحافت‘ میں لکھتے ہیں:

”صحافت کا لفظ صحیفے سے نکلا ہے۔ صحیفہ کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں... چنانچہ تمام اخبارات ورسائل صحیفہ ہیں۔“

صحافت کا شعبہ اتنا وسیع شعبہ ہے کہ اِس سے وابستہ لوگوں کو اِس کی تعریف کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا رہا ہے تاہم صحافت جدید وسائل ابلاغ کے ذریعہ عوامی معلومات، رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے۔ بعضوں نے اِسے ایک ہنر، ایک فن اور ایک ایسا ادب قرار دیا ہے جو عُجلت میں اور جلد بازی میں لکھا جائے تا یہ ادب خبر بن کر شائع ہونے میں تاخیر کا مُوجب نہ ہو کیونکہ اخباری صحافت میں وقت کی پابندی بہت اہم ہے۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اخبارات یا رسائل معینہ وقت میں ہی شائع کیے جاتے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ جلد بازی میں تحقیق کا پہلو نظر انداز نہ ہو۔ سرسید احمد خان کو اردو صحافت کا سرخیل کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے صحافت کو ایک خدمت قرار دیا اور لکھا ہے کہ

”اخبار کے لکھنے والوں کے یعنی صحافی کے فرائض تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ صلاح دینے والا۔ دوم۔ تربیت کرنے والا اور سوم لوگوں کی حالت و معاشرہ کی اصلاح کرنے والا ہوتا ہے۔“

جناب فرحت احساس نے صحافی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:
”صحافی ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنے معاشرے اور وقت کے حالات و واقعات اور ان کی سمت و رفتار سے باخبر رکھنے اور اس بارے میں اپنی رائے دینے کے منصب پر فائز سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک سماجی اور تہذیبی ذمہ داری کے احساس اور اس سے عہدہ برآ ہونے کا منصب تھا۔ یہ احساس خود زائیدہ تھا اور یہ منصب خود حاصل کردہ تھا۔ اس میں اس کے اصل اور بنیادی محرک کے سوا کوئی خارجی عوامل شاید ہی کارفرما ہتا تھا۔“
(فرحت احساس، اردو اور عوامی ذرائع ابلاغ صفحہ 125)
یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک صحافی کو اسلامی دنیا میں اردو ادب سے بھی سُدھ بُدھ ہونی ضروری ہے اور الطَّرِیْقَةُ کُلُّھَا اَدَبٌ کے تحت اسلامی آداب سے بھی مُرصّع ہونا چاہئے یعنی دوسرے معنوں میں صحافی، صحافت کرتے وقت آدابِ اسلامی کو مدِ نظر رکھے وگرنہ معاشرے کو جھوٹی اور بے ادب صحافت سے بہت نقصان پہنچا ہے اور آئندہ بھی پہنچے گا۔ بالخصوص صحافت کو بطور پیشہ اور وسیلہ روزگار اپنانے والوں کو اِن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اور مناسب الفاظ کا چناؤ کیا کریں۔
مولانا ظفر علی خان نے بھی صحافت کو ملت و قوم کی خدمت کے لئے منتخب کیا اور مولانا محمد علی جوہر نے صحافت کو ملک و قوم کی خدمت کا ذریعہ بنایا۔ وہ صحافت سے متعلق اپنے نظریہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں:
”صحافت سے میری غرض صحافت نہیں ہے۔ ملک و ملت کی خدمت ہے اور اگر ایک مختصر مضمون سے صحیح طور پر ملک و ملت کی رہنمائی ہوسکتی ہے تو مَیں وہ بھی لکھ سکتا ہوں اور لکھوں گا۔ اگر انیس نہیں اڑتیس کالموں کے مضمون سے صحیح رہنمائی ہوسکتی ہے تو مَیں اتنا طویل مضمون لکھ سکتا ہوں اور ضرور بالضرور لکھوں گا۔ غرض ملک و ملت کی خدمت ہے جس طرح بہترین طریقے پر ملک و ملت کی خدمت ہوسکے گی ان شاء اللہ کی جائے گی۔“
مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی صحافت کو ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر رکھا تھا۔
جناب ڈاکٹر محمد شاہد حسین اپنی کتاب ابلاغیات میں لکھتے ہیں:
”صحافت خبر ہے، اطلاع ہے، جانکاری ہے۔ صحافت عوام کے لئے عوام کے بارے میں تخلیق کیا گیا مواد ہے۔ یہ دن بھر کے واقعات کو تحریر میں نکھار کر آواز میں سجا کر تصویروں میں سمو کر انسان کی اُس خواہش کی تکمیل کرتی ہے جس کے تحت وہ ہر نئی بات جاننے کے لئے بے چین رہتا ہے۔“
(ابلاغیات صفحہ 44، پبلیشر ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس دہلی)
مولانا محمد علی جوہر ایک صحافی سے کن توقعات کا تقاضا کرتے ہیں اِس بارے میں لکھتے ہیں:
”صحافی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ واقعات کو پوری صحت سے درج کرے۔ اسے خیال رکھنا چاہیے کہ واقعاتی صحت کا معیار اتنا بلند ہو کہ مؤرخ اس کی تحریروں کی بنیاد پہ تاریخ کا ڈھانچہ کھڑا کرسکے۔ صحافی رائے عامہ کا ترجمان ہی نہیں رہنما بھی ہوتا ہے، اسے صرف عوام کی تائید اور حمایت نہیں کرنی چاہیے بلکہ صحافت کے منبر سے عوام کو درس بھی دینا چاہیے۔“
(اکیسویں صدی میں اردو کا سماجی ثقافتی فروغ صفحہ 376)
سامعین! میری اِس تحریر کا دوسرا حصہ ذرائع ابلاغ و ترسیل ہے۔ اِسے صحافت کا ایک حصہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور الگ ایک موضوع کے طور پر بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ تاہم صحافت کسی سوچ کو دیانت داری اور سچائی سے تحریر میں لانا ہے اور اِس محرّرہ صحیفہ کی اشاعت جن ذرائع سے کی جائے وہ ذرائع ابلاغ میں آئے گا۔ وہ صحافی کامیاب صحافی کہلاتا ہے جو اپنی تحریر کو جلد از جلد تمام ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لاتے ہوئے منصّہ شہود پر لاکر قارئین، ناظرین اور سامعین تک پہنچا کر معلومات بہم پہچانے کا مؤجب ہوتا ہے۔
اِبلاغ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی تبلیغ، اشاعت، پیغام رسانی، بھیجنا اور پہنچانا کے ہیں۔
اور **ذرائع ابلاغ** سے مراد وہ تمام ذرائع ہیں جن کی مدد سے ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں جسے انگلش میں میڈیا کہتے ہیں۔ آغاز میں پرنٹ میڈیا ہی تھا جن کی مدد سے ہم لکھ کر پیغام پہنچاتے ہیں۔ جیسے اخبارات اور رسائل اور آج کل اِس میں **برقی ذرائع جیسے** ٹیلی فون، ریڈیو اور انٹرنیٹ کا اضافہ ہوا۔ نیز برقی ذرائع ابلاغ میں وہ تمام

ذرائع شامل ہیں جن میں بات کو پہنچانے کے لیے برقی توانائی کی ضرورت ہو۔ یہ ذرائع ابلاغ کی جدید ترین شکل ہے جس نے بہت کم عرصے میں بہت زیادہ ترقی کی اور مزید ترقی کی نئی نئی راہیں تلاش ہو رہی ہیں۔

ذرائع ابلاغ کا اسلامی تصور

اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے عوام الناس تک سچی اور صحیح خبر پہنچائی جائے۔ ذرائع ابلاغ سچ کے اظہار میں کسی لالچ یا مداہنت کا شکار نہ ہوں۔ ذرائعِ ابلاغ صرف ایسی معلومات کی اشاعت کرے، وہ کسی ایسی خبر کی اشاعت سے باز رہیں جس کا مقصد دوسروں کی دل آزاری یا دوسرے ادیان وملّل کی تحقیر ہو۔

اِن تمام قسم کے ذرائع ابلاغ کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ انسانی معاشرے کی بقا اوراس کی تعمیر و ترقی کے لیے ابلاغ و ترسیل انسانی اعضاء کی طرح ضروری ہے۔ آج کی تیز رفتار دنیا میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ولبر شرم نے کہا ہے: ”عوامی ذرائع ترسیل دنیا کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔“ اِسی لئے جمہوریت میں انتظامیہ، عدلیہ اور مقنّنہ کے بعد ذرائع ترسیل و ابلاغ کو چوتھے ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسانی زندگی میں ابلاغ و ترسیل کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے خیالات وجذبات اور افکار و نظریات کے اظہار کے لیے اگر کسی کو موقع نہ ملے تو وہ ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو کر مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ اوپر مَیں بتا آیا ہوں کہ انٹرنیٹ کے آنے کے بعد تو ساری کائنات ایک چھوٹے سے بکس میں قید ہو کر رہ گئی ہے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ ساری دنیا انسان کی ہتھیلی پر آ گئی ہے۔ آج ذرائع ابلاغ کا دائرہ اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ سوشل الیکٹرانک میڈیا کے تمام پلیٹ فارمز جیسے ای میل، ٹویٹر، اسکائپ، انسٹا گرام، واٹس ایپ، ٹیلی گرام، سگنل اور فیس بک کی وساطت سے اپنے اخبار کی ترسیل کی جا سکتی ہے۔

سامعین! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کی رہ نمائی کرتا اور اُس کے لیے قانون وضع کرتا ہے۔ پریس یا میڈیا کے لئے بھی اسلام رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا صحیفہ قرآنِ کریم کی صورت میں نازل فرمایا جس کے متعلق اِن الفاظ میں لوگوں تک پہنچانے کا حکم ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ: 68)

کہ اے رسول! جو تیری طرف اُتارا گیا ہے اُسے اچھی طرح لوگوں تک پہنچا دے اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو گویا تُو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں رسولؐ کو پیغامِ حق پہنچانے کا حکم اوپر بیان آیت کے علاوہ دیگر اور مقامات پر بھی دیا ہے اِس کے علاوہ اُمت کو بھی پیغامِ حق پہنچانے کا حکم ملتا ہے جیسے وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ (آل عمران:105) کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (آل عمران:111) آیات میں ذکر ہے۔

جہاں تک احادیث میں پیغامِ اسلام پہنچانے کا تعلق ہے اُس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً (صحیح بخاری) اور نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا، فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَی مِنْ سَامِعٍ شامل ہیں جن میں اسلام کے آفاقی پیغام کے ابلاغ و ترسیل کا اُمت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر حدیث شریف ہے۔ مَنْ رَاٰی مِنۡکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ کہ اگر تم میں سے کوئی کسی میں بُرائی دیکھیں تو بزورِ بازو روکنے کی کوشش کریں۔ اگر کوئی بزورِ بازو روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں بُرا منائے یہ کمزور ایمان ہے۔

یہاں بِیَدِهٖ یعنی ہاتھ سے کا ایک استدلال قلم کے استعمال کا بھی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ صٓ کی آیت 46 یعنی اُولِی الۡاَیۡدِیۡ وَالۡاَبۡصَارِ سے یہ استنباط فرمایا ہے کہ انبیاء ہاتھ سے کام لیتے ہیں یعنی اپنی بصیرت کو اپنے قلم کے ذریعہ اپنے متبعین کے سامنے لاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ”دلائل سے بھی کام لو“ کے تحت فرماتے ہیں:

”اگرچہ فیصلہ دُعاؤں سے ہی ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جاوے۔ نہیں دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہیے اور قلم کو روکنا نہیں چاہیے۔ نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اِسی لئے اُولو الۡاَیۡدِیۡ وَالۡاَبۡصَارِ کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔ پس چاہیے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رُکیں اس سے ثواب ہوتا ہے۔ جہاں تک بیان اور لسان سے کام لے سکو لئے جاؤ اور جو جو باتیں تائید دین کے لئے سمجھ میں آتی جاویں انہیں پیش کئے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گی“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 328 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! ابلاغ کے حوالے سے ایک اہم اور بنیادی حدیث صحیح بخاری کِتَابُ المَغَازِی بَابُ حَجَّةِ الوَدَاعِ کی ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ أَلَا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا ... اُنْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ کہ خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے آپس کے خون اور اموال اُسی طرح حرام کئے ہیں جیسے اِس دن کی حرمت اِس شہر اور اِس مہینے میں ہے۔ ہاں بولو! کیا مَیں نے پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم بولے کہ آپؐ نے پہنچا دیا۔ فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہیو، تین مرتبہ آپؐ نے یہ جملہ دہرایا... دیکھو! میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے (مسلمان) کی گردن مارنے لگ جاؤ۔

احادیث کے ذیل میں اب مَیں آخری حدیث پیش کرنے جا رہا ہوں جس کو ابلاغ اور ترسیل کے تعلق میں بنیادی حدیث کہا جا سکتا ہے۔ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پیغام پہنچانے والے کو ہی مکلّف نہیں ٹھہرایا بلکہ جس تک پیغام پہنچا ہے یا اُس تک پیغام پہنچایا گیا ہے اُسے بھی وصول شدہ پیغام کو آگے اپنے حلقہ احباب میں پہنچانے کی ہدایت ہے اور یہ طریق جب آگے بڑھے گا تو یہ سرکل اتنا وسیع ہو جائے گا کہ دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں تک پیغام بآسانی پہنچ جائے گا۔ روایت ہے۔

(ایک مرتبہ) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یوں) فرمایا، تمہارے خون اور تمہارے مال، محمد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وأعراضکم" کا لفظ بھی فرمایا (یعنی) اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں۔ جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں۔ سن لو! **لِيُبَلِّغِ العِلْمَ الشَّاهِدُ الغَائِبَ** کہ یہ خبر حاضر غائب (غیر حاضر) کو پہنچا دے اور محمد (راوی حدیث) کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ (پھر) دوبارہ فرمایا کہ **أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ** کیا مَیں نے (اللہ کا یہ حکم) تمہیں نہیں پہنچا دیا؟

(صحیح البخاری، کِتَابُ العِلْمِ، بَابُ لِيُبَلِّغِ العِلْمَ الشَّاهِدُ الغَائِبَ)

اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے عوام الناس تک سچی اور صحیح خبر پہنچائی جائے۔ ذرائع ابلاغ سچ کے اظہار میں کسی لالچ یا مداہنت کا شکار نہ ہوں۔ ذرائع ابلاغ صرف ایسی معلومات کی اشاعت کریں، جن سے سامعین اور قارئین کے اندر نیکی اور تقویٰ کا عنصر پیدا ہو۔ وہ کسی ایسی خبر کی اشاعت سے باز رہیں، جس کا مقصد اُن کی اخلاقیات پر حملہ کرنا ہو اور اس سے دوسروں کی دل آزاری یا دوسرے ادیان و ملل کی تحقیر ہو۔

سامعین! ذرائع ابلاغ پروپیگنڈہ اور تشہیر کا ایک مضبوط وسیلہ ہیں۔ عوام، ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹ اور تجزیوں کی بنیاد پر بہت سے فیصلے کر لیتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ عوام کی ذہن سازی میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ حمایت و مخالفت کی مختلف شکلیں اُس وقت دیکھنے کو ملتی ہیں، جب کسی ملک میں انتخابات ہونے والے ہوں۔ اُس وقت اشتہارات، مضامین، خبروں اور تبصروں کی وساطت سے اپنے پسندیدہ امیدوار کی حمایت کرتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے بھی حمایت و مخالفت کا بھی اصول متعین کر دیا ہے۔ کسی سے محبت ہو تو اللہ کے لیے اور کسی سے بغض و عداوت بھی ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے۔ فریقِ مخالف کے لیے کوئی ایسا نازیبا لفظ استعمال نہ کیا جائے کہ وہ اس کے جواب اور ردِ عمل کے طور پر ایسا جواب دے، جس سے آپ کی توہین یا تضحیک ہوتی ہو۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:110)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُوْلَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

خبردار! جو تم کسی شخص کے اثر و رسوخ کی وجہ سے حق کے اظہار میں تردّد سے کام لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدمی کے بُرا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

(مسلم کتاب البر والصلة)

خلاصہ یہ کہ ذرائع ابلاغ کی مثال چھری کی ہے کہ اس کے ذریعے پھل بھی کاٹا جا سکتا ہے اور کسی کی گردن بھی۔ وہ محتسب کا کردار ادا کر کے کسی کی جان اور عزت و آبرو بھی بچا سکتا ہے اور کسی رہزن کا بھیس بدل کر کسی کی جان اور عزت و آبرو سے کھیل بھی سکتا ہے۔ وہ ظلم و ستم اور جبر و تشدد کی حمایت اور بے حیائی اور بداخلاقی کا پرچار

بھی کر سکتا ہے اور اصلاح و تبلیغ کے میدان میں مصلح و مبلغ کا رول بھی ادا کر سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قارئین کے نام ایک پیغام دیا جس کا متن یہ تھا۔

"اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔"

(الفضل 31 دسمبر 1954ء)

پھر آپؓ فرماتے ہیں:

"یاد رکھنا چاہئے کہ جس درخت کو پانی نہ ملتا ہے وہ خشک ہو جاتا ہے اور اس زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اخبار پانی کا رنگ رکھتے ہیں اور اس لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔"

(انوار العلوم جلد 16 صفحہ 245)

الفضل میں خلیفہ وقت کے خطبات سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو... خصوصاً خلیفۂ وقت کے خطبات اور مضامین اور درس اور ڈائریاں وغیرہ ضرور سنائی جائیں۔ خصوصاً میں نے اس لئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ وقت کو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ بنایا ہے... الفضل اُس شخص کی بات آپ کے کان تک پہنچاتا ہے جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لگائی ہے کہ جماعت کے متعلق وہ یہ فیصلہ کرے کہ اسے اس وقت فلاں کام کرنے چاہئیں۔"

(الفضل 28 مارچ 1967ء صفحہ 3-4)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سوانح فضل عمر میں تحریر فرماتے ہیں:

" تشحیذ اگرچہ جماعت کی علمی ضروریات کو بہت حد تک بڑی عمدگی سے پوری کر رہا تھا، لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے بجاطور پر یہ ضرورت محسوس کی کہ جب تک سلسلہ کا ایک باقاعدہ اخبار جاری نہ ہو صحیح معنوں میں مرکز اور جماعت کے مابین رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس شدید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپؓ نے جون 1913ء میں الفضل اخبار کا اجرا فرمایا۔ یہ اخبار آج تک جماعت احمدیہ کا مرکزی روزنامہ چلا آرہا ہے۔ اس بارے میں "اعلانِ فضل" کے عنوان کے تحت آپ نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپ نے اس فلسفہ پر روشنی ڈالی کہ بعض چھوٹے چھوٹے امور کس طرح بڑے ہو جاتے ہیں اور ایک چھوٹے سے بیج سے کس طرح بڑے بڑے عظیم القامت درخت بن جاتے ہیں۔ فرمایا: یہی مثال روحانی سلسلوں کی ہے گذشتہ الٰہی سلسلوں کی طرح جماعت احمدیہ کی ضروریات بھی بڑھتی چلی جاری ہیں۔ پھر فرمایا: "اس لیے بموجب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح توکلاً علی اللہ اس اخبار کو شائع کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ہمارا کام کوشش ہے۔ برکت اور اتمام خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن چونکہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کی مدد کا یقین ہے۔ بے شک ہماری جماعت غریب ہے لیکن ہمارا خدا غریب نہیں ہے اور اس نے ہمیں غریب دل نہیں دیئے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت اس طرف پوری توجہ کرے گی۔ اور اپنی بے نظیر ہمت اور استقلال سے کام لے کر، جو وہ اب تک ہر ایک کام میں دکھاتی رہی ہے اس کام کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرے گی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تحریر کو صرف ارادوں اور خواہشوں تک ہی نہ رہنے دے۔ اور سلسلہ کی ضروریات کے پورا کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائے۔"

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 238-239)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے الفضل کے اغراض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"الفضل کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا، خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچانا...ہے۔ چنانچہ اس میں...خلفائے احمدیت کے خطبات وخطابات اور تقاریر وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور یہ خلیفہ وقت اور احباب جماعت کے مابین رابطے اور تعلق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔"

پھر اسی پیغام میں فرماتے ہیں:

"اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی مراکز کے رپورٹیں چھپتی ہیں جن سے مبلغین اور سلسلہ کے مخلصین کی نیک مساعی کا علم ہوتا ہے اور جماعت کی ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے... الفضل تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ ہے۔ اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں لیکن ماضی میں الفضل ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔"

پھر فرمایا کہ

”الفضل کا کام احبابِ جماعت کو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا، خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچانا نیز جماعتی ترقی اور روزمرہ کے اہم جماعتی حالات و واقعات سے باخبر رکھنا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات اور ارشادات شائع ہوتے ہیں۔ خلفائے احمدیت کے خطبات وخطابات اور تقاریر وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور یہ خلیفہ وقت اور احباب جماعت کے مابین رابطے اور تعلق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی مراکز کی رپورٹیں چھپتی ہیں جن سے مبلغ اور سلسلہ کے مخلصین کی نیک مساعی کا علم ہوتا ہے اور جماعت کی ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ الفضل میں مختلف موضوعات پر اہم اور مفید معلوماتی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جو احباب جماعت کی روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور ان کی دینی، اخلاقی اور علمی تعلیم وتربیت کا سامان کرتے ہیں۔ الفضل کا مطالعہ بہت سی بھٹکی روحوں کی ہدایت کا ذریعہ بھی ہے۔ الفضل تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ ہے۔ اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل وجرائد شائع ہوتے ہیں لیکن ماضی میں الفضل ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ صد سالہ جوبلی نمبر 2013ء)

(خاکسار نے یہ مقالہ سالانہ کانفرنس الفضل 2023ء میں پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں الفضل انٹرنیشنل 9 ستمبر 2023ء کی زینت بنا)

✡✡✡✡